ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

طریق ائمہ تصوّف اورعرب و عجم کا تہذیبی وفکری اختلاف۔۔ قرن اول تا حال

The Path of the Founders of Mysticism and the cultural and Philosophical clash of Arab and Persia

Author: Dr Arooba Masroor Siddiqui, Assistant Professor Iqbaliyat, LCWU, Lahore.
Co Author: Dr Samia Ahsan, Assistant Professor Urdu, Minhaj University Lahore.
Dr Faiza Kiran, Assistant Professor Persian, LCWU, Lahore.

Abstract: *Mysticism is an Islamic term which derived from Quranic Ideology. All Prophets and their companions were on the path of devotion to God (Mysticism). First Four Caliphs (Khulafa e Rashidah) in Islam were rightly followed Prophets Path (Sunnah).They all were intoxicated in God's Love. Other Sofia Karam in Islamic History of Mysticism followed the same directions to reach and a struggle to find out Allah. According to History, there were a big clash amongst Arab and Persian Culture and Ideology so that it left a great impact on their philosophies and life style as well. That difference, we can see in both region's literature and so on their Mysticism. Arab Mysticism is close to Quranic ideology in its thoughts and acts rather than Persian. This article is a research based study about these differences in Arab and Persian Literature and Mysticism. Which conclude on the Point that all those rituals and acts in Persian Mysticism are related to their culture and not related to Quran and Sunnah. At the end, this research work highlighted the efforts of Mujaddid Alaf saani and Dr. Allama Muhammad Iqbal's revival of real Islamic ideology in mysticism.*

Key Words: Mysticism, Quranic Ideology, Khulafa e Rashidoon, God's Love, Islamic History of Mysticism, Clash, Arab, Persia, Culture, ideology, thoughts, rituals, philosophy, literature, Sunnah, Revival of Islamic thought.

سورۃ البقرہ کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرما تے ہیں کہ یہ کتاب اُن لو گوں کے لیے ہے جو متّقی ہیں اور غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کر تے ہیں اور جو دیا جائے اس سے خرچ کر تے ہیں۔ سورۃ قٓ کی آیت نمبر 33 اور سورۃ الذٰریٰت کی آیت نمبر 20،21 اشارہ کرتی ہیں صوفیہ کے طریق کی جانب کہ یہ فقراء ہی ہیں جو نمازوں کو قائم کر تے ہیں، اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس کے پاس انتہائی عجز و انکساری کے ساتھ حاضر ہو تے ہیں، یقین رکھنے والے ہیں، اپنے نفسوں کی نگہداشت کر نے والے ہیں اور زمین میں اور اپنے نفس میں اللہ کی نشانیاں تلاش کر تے ہیں۔ صوفیہ کا طریق یہ ہے کہ اپنے نفس کی معرفت سے ہی خدا کی معرفت ممکن ہے۔

اہل تصوف کے نزدیک اللہ، وہ ذاتَ اقدس ہے جو وحدہ لا شریک ہے۔ قرآن ذاتِ باری تعالی کو ان کلمات سے بیان فرماتا ہے: هو الله الذی لا الہ الا هو۔ سبحان الله عما یشرکون۔تمام تعریفیں اللہ سبحانہ وتعالی کے لیے ہیں جو مالک و خالق و قادرِ مطلق ہے، تمام جہانوں کا، تمام مخلوقات و موجودات کا۔ وہ اللہ ہے، جو اپنی مخلوق پر کسی بھی اور شے سے بڑھ کر رحمت و شفقت و مہربانی اور کرم فرمانے والا ہے۔۔ وہی اللہ ہے جو ہر شرک سے پاک ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔ وہ احد ہے، صمد ہے، لم یلد ولم یولد ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ تمام تعریفیں اور شانیں زیبا ہیں اس اللہ جل شانہ کی ذات بابرکت کو جو بادشاہِ کائنات ہے، مالک الملک ذوالجلال والاکرام ہے۔وہ ہر صاحبِ اختیار پر با اختیار، ہر ارادہ کرنے والے پر اس کے ارادے غالب، ہر عمل کرنے والے پر اس کا فعل اور حکم حاوی ہے۔ یہ کائنات اور اس جیسی اور اس سے مختلف کئی کائناتوں کی کوئی بھی شے، کوئی ذرہ نہیں جو اس کی مرضی و حکم کے بغیر چل سکے، کوئی پتہ نہیں جو اس کی مرضی و حکم کے بغیر ہل سکے۔وہی اللہ ہے جو اپنے بندوں کو رشد و ہدایت کے لیے چنتا ہے۔وہی اللہ ہے جو یَهدی من یشاء کے مرتبے پر فائز ہے۔وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی الہ نہیں، وہ حی القیوم ہے،لیکن ہر زندگی اور موت اسی کے حکم کی محتاج ہے۔ وہ لا سنۃ ولا نوم ہے لیکن ہرذی روح کا جاگنا اور سونا اسی کے حکم سے ہے۔وہ کسی شے کا ضرورت مند نہیں، لیکن ہر شے اپنی ضرورتوں اور احتیاجوں کے لیے اسی کی جانب رخ کرتی ہے۔ وہ اللہ ہے جسے اپنے ہونے اور اپنی ذات کے اظہار کے لیے کسی شے کی ضرورت نہیں۔ وہ ازل سے ہے، ابد تک رہے گا، نہ اس سے پہلے کوئی تھا، نہ اس کے بعد کوئی آئے گا۔اس کی ذات خود ہی سے قائم ہے۔ سر اٹھا کر اوپر آسمان کی جانب دیکھیے، آپ کو سیکڑوں، ہزاروں، کڑوڑوں، ملین، بلین، زیلین نجوم اور کہکشائیں نظر آئیں گی، وہ اللہ ان کا خالق ہے۔ یہ تو ایک آسمان ہے، وہ سات آسمانوں کا، کائنات کے اسرار و رموز، اس کے ظاہر و باطن، اس کے مادے اور اس کی ارواح سب کا خالق و مالک ہے۔اس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ واحد ہے، یکتا ہے، یگانہ ہے،

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

فرد ہے، حقیقتِ مطلق ہے۔ اس کی ذات لا محدود و بے انتہا وسعتوں کی حامل ہے اور اس کی صفات بے شمار ہیں کہ کائنات کے تمام سمندروں کا پانی سیاہی بن جائے اور اس کی تعریفیں لکھنے بیٹھے تو روشنائی ختم ہو جائے، اس کی تعریفیں ختم نہ ہونے کو دیں۔ وہی اللہ ہے جس نے خلق کی رشد و ہدایت کے لیے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ کائنات کو کفر و شرک سے پاک کریں اور خدائے ذوالجلال کی ربوبیت و احدیت کا اقرار کریں۔حضرت ابراہیم بن احمد غواصؒ فرما تے ہیں:

فقیری شرف و عزت کی چادر ہے، رسو لوں کا لباس رہی ہے، صالحین کے لیے گویا ایک اوڑھنا بچھونا، پرہیزگا روں کے لیے بطور تاج، مؤمنین کی خوب صورتی کا باعث، عارفوں کے لیے ایک غنیمت، مریدوں کے لیے نیک ارادہ، اطاعت گزاروں کا قلعہ، گنہگاروں کا قید خانہ، گناہوں کو مٹا دینے والی، نیکیاں بڑھا نے کا سبب ہے۔ بلند درجات کر نے والی ہے، جبّار کی رضا کا باعث ہے۔ اللہ کے ابرار اولیا کے لیے عزت افزائی کا باعث رہی ہے اور فقر صالحین کا گہنا ہے اور پرہیز گا روں کا طریقہ چلا آیا ہے-1

صوفی اپنے فقر سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کا فقر اختیاری ہے۔جب دونوں جہانوں کے شہنشاہ کے فقر کی یہ حالت ہو کہ سب کچھ میسّر ہوتے ہوئے بھی دنیا کے مال و اسباب کو ایک رتی برابر اہمیت نہ دی تو صحابہ کرامؓ اور صوفیاے عظامؒ اس پر عمل کیوں نہ کر تے۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ تصوّف سارے کا سارا قرآن و سنّت کی پیروی میں پروان چڑھا اس کا آغاز فقرِ رسول ﷺ اللہ سے ہوا۔ صحابہ کرامؓ نے اس کی پیر وی کی۔ تابعین اور تبع تابعین اور بعد میں آنے والوں نے اسی سنّت پر عمل پیرا ہو نے کی کوشش کی۔ ایئمہ تصوف کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام خلفاء زہد و ورع اور فقر و درویشی کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھے۔ رسول کریم ﷺ کی صحبتِ عالی نے ان کے تمام اصحاب اور بالخصوص خلفائے راشدہ میں جو ظاہری و باطنی صفات پیدا کردی تھیں،یہ وہی طریق و انداز تھا جو رسول کریم ﷺ سے انھیں ملا تھا۔ اور بعد کے صوفیہ کرام نے انھیں اختیار کیا۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو صوفیہ کرام کے امام اول کا رتبہ حاصل ہے۔صوفیہ نے تصوف میں جو نرم دلی، رقیق القلبی، دنیا سے بیزاری اور عشق رسولﷺ کا طریق اختیار کیا تو آپ کی سنت پر کیا۔علم و فضل اور بڑائی میں آپ تمام صحابہؓ اور بنی آدم (سوائے انبیاء ؑکے) سے افضل ہیں اور آپ کی بزر گی کا اعتراف سبھی صحابہ کیا کر تے تھے2۔"طبقات ابن سعد"3 میں درج ہے کہ آپؓ کی اسی فضیلت اور صحبتِ رسول اللہﷺ کی وجہ سے آپ میں اتنی الہامی صلاحیتیں تھیں کہ آپ تصوّف کے امام اوّل ٹھہر تے ہیں۔ آپ کے دل میں جو مخفی امور اور علوم و اسرار کے خزانے تھے ان کی بنا پر آپ کو تمام صحابہ پر فضیلت حاصل ہے4۔ قرآن پاک میں آپ کو "کو نو اربا نیین" کہا گیا5۔ حضرت ابو بکر واسطیؒ 6 فرماتے ہیں کہ اس امّت میں پہلی وہ شخصیّت جنھوں نے اشارے میں صوفیہ کی بولی سے کام لیا، ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ الہام و فراست میں حضرت ابو بکرؓ تمام صحابہ پر فضیلت رکھتے تھے۔ صاحبِ کتاب "اللّمع" نے آپ کی فراست و الہام کے واقعات تفصیل سے درج کیے ہیں 7۔ وما من دآبۃ فی الارض الّا علی اللہ رزقھا(سورۃ ھود۔ 6) سننے کے بعد آپ نے روزی کی فکر کرنا چھوڑ دی8۔آپؓ کثرت کے ساتھ یہ دعا کیا کر تے تھے کہ یا اللہ! مجھے دنیا میں خوشیاں عطا کر پھر انھی میں سے کسی چیز میں زہد عطار9۔آپؓ کی کرامات کا ذکر جامیؒ نے "نفحات الانس" میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے10۔

سیّد نا عمر فاروق اعظمؓ کے طریق کو بھی صوفیہ کرام لایق تقلید قرار دیتے ہیں اور آپ کو تصوف کا امام کہتے ہیں۔صوفیہ نے جو مجاہدے اور اجتہاد کا طریق اختیار کیا، تو آپ کی سنت پر کیا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے عمر کی زبان پر حق کو رکھ دیا ہے کہ وہ ہمیشہ حق کہتے ہیں 11۔ حضرت عمرؓ علم و فراست میں بہت بڑھ کر تھے۔ اور روایات احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اکثرآراء کو پسند فرمایا12۔آپ کو نبی کریم ﷺکی طرف سے خصوصی علم عنایت کیا گیا تھا 13۔ آپ صاحب الہام و مکاشفہ تھے۔آپ کے الہام کی وجہ سے آپ کو محدث کہا گیا14۔سیّد علی ہجویریؒ 15فرماتے ہیں کہ اہل تصوّف میں جُبّہ پہننے کی روایت آپ ہی کی تقلید ہے۔ آپ زہد و تقویٰ اور فقر میں بہت بڑھ کر تھے۔مسور بن مخرم16 کا بیان ہے کہ ہم اس غرض سے حضرت عمرؓ کے ساتھ رہا کر تے کہ اُن سے تقوی اور پر ہیز گاری سیکھ جائیں گے۔ علامہ شبلی "الفاروق" میں آپ کے مجاہدے اور اپنی ذات پر سختی کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عام الر ماد میں جب حضرت عمرؓ نے عوام کی تنگ دستی اور فقر کو دیکھا تو خود انتہائی تنگ دستی اور فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کر لی۔۔جب آپ کو پتہ چلا کہ لوگوں کو گھی نہیں مل رہا تو آپ نے اس کا استعمال ترک کر دیا، سوکھی روٹی اور تیل پر صبر کر تے رہے۔۔آپ چرواہوں اور معمولی آدمیوں کی طرح اونٹ کے پھٹن کے مقام پر قطران لگا تے تھے اور ایسا کر نے میں کوئی تکلّف اور حرج نہیں فرماتے تھے۔۔اگر کوئی اچھا کھا تا یا زیادہ کھا تا تو بڑی سختی کے ساتھ اس کو روکتے، پھر جب خود سختی اٹھا تے گھر والوں کو برداشت پر

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

Vol.6 No.4 2023

مجبور کر تے تو اس میں کچھ مضائقہ نہ دیکھتے کہ لو گوں کے ساتھ و ہ طرزِ عمل اختیار کیا جائے جس میں سختی ہو لیکن جبر نہ ہو، نرمی ہو لیکن کمزوری کا پہلو نہ رکھتی ہو17۔آپ اپنی زمینیں خدا کی راہ میں وقف کر دیتے،پیوند لگا لبا س پہنتے۔روایت میں ہے کہ آپ کی قمیص پر بارہ پیوند لگے تھے18، آپ اپنی عیب جوئی پر خوش ہوتے اور اس شخص کے لیے رحمت کی دُعا کر تے جو آپ کو آپ کے عیب بتا تا تھاایک بار آپ کے پاس ایک فقیر (درویش) آیا اور عرض کی کہ میں پائی پائی کا محتاج ہو گیا ہوں اور میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے اس سے دریافت کیا: آج تمھارے پاس رات کے کھانے کو کچھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا:افسوس! فقیر تو ایسے گلہ نہیں کرتا 19۔

اہلِ حق کو حضرت عمرؓ سے نسبتِ خاص ہے، ان میں بھی حضرت عمرؓ کے خصائل کا عکس موجود ہو تا ہے چناں چہ آپ جیسے پیوند لگے کپڑے پہننا، جلالی طبیعت رکھنا، خواہشاتِ نفسانی ترک کر دینا، شبہ والی چیزوں سے پر ہیز کرنا، کرامات کا اظہار کرنا، حق کی حمایت اور باطل کی مخالفت میں کسی ملامت سے بے پروا ہونا، حقوق کے معاملے میں اپنے پرائے سے یکساں سلوک کرنا اور سخت قسم کی عبادتیں کرنا،حضرت عمر فاروقِ اعظم کا طریق کار ہے۔ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ خوفِ الٰہی سے آپ اس قدر رو تے تھے کہ مسلسل رو نے سیرخساروں پر دو دھاریاں بن گئی تھیں 20۔آپ سے اکثر کرامات کا اظہار بھی ہوا۔احادیث میں درج شدہ واقعات میں ساریہ بن زنیم 21 کا واقعہ، دریائے نیل22 کا واقعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اولیا اللہ سے کرامات کا ظہور ہو تا ہے اور ان کو یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت کی جا تی ہے۔ اسی لیے تمام صوفیہ کرام اور مشائخ تصوّف آپ کی زندگی سے اصلاح پکڑتے اور آپ کی تعلیمات کی پیروی کر تے ہیں۔

سیدنا عثمان بن عفّانؓ اہل تصوف کے تیسرے امام ہیں۔صوفیہ نے جو سخاوت اور غنی کا طریق اختیار کیا تو آپ کی سنت پر کیا۔ آسمان والے آپؓ کو ”ذو النورین“ کہتے ہیں۔ما قبل اسلام حضرت عثمانؓ سخاوت وجود میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور اپنی اس خصوصیت کی بنا پر آپ اہلِ قریش میں بہت معروف تھے۔ آپ انبیا جیسی فطرتِ سلیم رکھتے تھے۔ آپ کی پاکیزگی اور شرم و حیا اتنی مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے بھی عثمان سے حیا کر تے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی نہ شراب پی، نہ زنا کیا، نہ چوری کی۔اسلام کی راہ میں بہت تکلیفیں سہیں۔ بعد از اسلام کئی کئی ہزار اونٹ اور مال و دولت اللہ کی راہ میں دے دیتے۔ آپ ہرجمعہ کو ایک غلام آزاد کر تے تھے۔ ابو نصر طوسیؒ 23لکھتے ہیں کہ ان میں تمکین کا وصف موجود تھا اور یہ بر گزیدہ صوفیہ میں پایا جانے والا ایک اعلیٰ مرتبہ ہے۔ جس شخص کی یہ حالت ہو کہ وہ مال کو روک رکھنے کی بجائے اُسے خرچ کر نے میں خوشی محسوس کرے جیسے حضرت عثمانؓ کا جذبہ تھا کہ آپ نے جیش العسرۃ کی تیاری اور رومہ نامی کنواں خریدنے میں کثیر خرچ کیا تھا حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:آج کے بعد عثمان جو چاہیں کریں انھیں کسی پکڑ کا کوئی اندیشہ نہیں۔ فقر تو یہی ہے کہ نعمتوں کے ہوتے ہوئے اللہ کی خاطر اُن سے ہاتھ روک لیا جائے۔ حضرت عثمانؓ ایسے ہی صوفی تھے۔ نفس کشی کی خاطر آپ نے باغ سے ایک گٹھا لکڑیوں کا اٹھایا حالانکہ آپ کے پاس چار سو غلام تھے، آپ سے دریافت کیا گیا کہ غلام کے ہو تے ہوئے آپ نے کیوں ایسا کیا تو آپ نے فرمایا:یہ ٹھیک ہے کہ اسے اٹھا نے کے لیے غلام موجود ہیں مگر میں تو یہ تجربہ کر رہا ہوں کہ کہیں بار اٹھا نے سے عاجز تو نہیں ہوں یا میرا نفس اسے ناپسند تو نہیں کر تا۔24

آپ اعلٰی پائے کے زاہد و عابد تھے۔ صیام و قیام الّیل میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ اوّل شب تھوڑا سا سو تے اس کے بعد ساری رات عبادت و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ ادائے حج و عمرہ میں ناغہ نہ کر تے، اکثر ایسا ہو تا کہ آپ عمرہ سے آ تے اور پالان نہ اُتار تے تھے کہ پھر عمرہ کے لیے روانہ ہو جاتے۔ آپ اس قدر عبادت گزار تھے کہ صرف ایک رکعت نماز میں قرآن کریم کی سات بڑی سورتیں پڑھ لیا کر تے تھے25۔ آپ فرمایا کر تے تھے کہ میں نے آج تک کسی شے کی آرزو نہیں کی26۔حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مراتب سلوک میں عثمانؓ سب سے بلند پایہ رکھتے تھے27۔شہادت سے ایک روز قبل آپ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیات کی اور رسول اللہ ﷺ نے آپؓ سے فرمایا کہ عثمانؓ! تم آج ہمارے پاس ہی افطار کرو گے28۔آپ کی امن پسندی اور صلح جوئی کی یہ انتہا تھی کہ آپ کوشہیدکر نے والوں سے آپ نے کوئی مواخذہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو لڑنے کی اجازت دی۔اہل فقر میں آپ کے اقوال لایق تقلید ہیں:آپ نے فرمایا کہ بھلائی چار چیزوں میں ہے:نوافل پڑھ کر اللہ سے اظہار محبت کرنا،اللہ کے احکامات پر صبر کرنا،تقدیر الٰہی پر راضی رہنا،اللہ سے اس لیے حیا کرنا کہ ہر وقت اس کی نظر میں ہو29۔

ابو الحسن سیّدنا علی المر تضیٰؓ اہل صوف کے چوتھے امام سمجھے جاتے ہیں۔اہل تصوف نے جو فقر، عجز، درویشی اور دنیا سے بے رغبتی کا طریق اختیار کیا تو آپ کی سنت پر کیا۔آپ شاعر تھے، صاحبِ حکمت و معرفت تھے۔آپ عجز، فقرودرویشی میں بے مثال تھے۔حضرت علیؓ کے فضائل بے شمار ہیں، جو صحاح ستہ میں بیان ہوئے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

ہیں 30۔ حضرت علیؓ اپنے فقر و قلندری کی وجہ سے عالمِ اسلام اور اہلِ تصوف میں نہایت درجہ عقیدت و تقلید کا باعث ہیں۔آپ دنیاوی مال و دولت کی بالکل پروا نہ کرتے تھے۔ آپؓ نے فرمایا بھلائی چار چیزوں میں ہے:
ایسا بولنا کہ جس میں یاد الٰہی شامل ہو ورنہ وہ فضول ہے۔ ایسی خاموشی جس میں غور و فکر ہو، ورنہ وہ سہو ہے۔ ایسی نظر جس میں نصیحت حاصل کر نے کا ما دہ ہو ورنہ وہ غفلت ہے۔ ایسی حرکت یا عمل جس کے ذریعے اللہ کی عبادت ہو، ورنہ وہ سستی ہے31

آپ کا دیوان آپ کی بیش قیمت تعلیماتِ روحانی و اخلا قی سے لبریز ہے۔ آپ نے تقدیر، فنا و بقا، علم کی اہمیت، مال کی بے وقعتی، تقوی الی اللہ، فقر، صبر و شکر، قضا و قدر، تادیب و تزکیہ نفس، قبض و بسط، فضل السکوت، دیدارِ الٰہی، درجاتِ روحانی جیسے اہم صوفیانہ موضوعات و مسائل پر انتہائی جامع کلام لکھا ہے۔اکابر صوفیہ و مشائخ،تصوّف کے تمام رموز و اسرار کو آپ کے کلمات کی روشنی میں تشریح کر تے اور سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر صوفیہ اپنا سلسلۂ طریقت آپ کی طرف منسوب کر تے ہیں۔ صوفیہ نے آپ کی شان اور قصائد میں دفتر کے دفتر مرتب کئے ہیں۔

خلفائے راشدین کے بعد ایمہ صحابہ میں تابعین اور تبع تابعین نے بھی اپنی زندگیوں کو راہ الہی میں وقف کردیا تھا۔ وہ رسول کریم کا اور ان کے اصحاب کے بتائے گئے طریق پر چلنے کی ہر ممکن کوشش میں رہے اور آگے آنے والوں کے لیے تصوف کی بہترین مثالیں پیش کر گئے۔ ان میں معروف امام احمد بن محمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، ذو النون مصریؒ، بشر حافیؒ اور معروف کر خیؒ، ابو سعید ابو الخیر، جنید بغدادی، سہیل تستری،فضیل بن عیاض ہیں۔امام احمد بن حنبل نے راہ عشق و طریقت میں وقت کے خلیفہ کی جانب سے خوب سختیاں اور تکلیفیں بھی اٹھائیں، لیکن حق کی راہ کو کبھی ترک نہ کیا۔خلیفہ مامون نے جب معتزلہ کا مسلک اختیار کرتے ہوئے قرآن کو مخلوق قرار دیا تو یہیں سے آپ کا خلیفہ کے خلاف جہاد کا آغاز ہوا، جو تا حیات جاری رہا۔ انھوں نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ قرآن کو مخلوق کہیں، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔معتزلین کے توحید مخالف فلسفے کی مخالفت کی وجہ سے آپ کو خلیفہ نے قید کر دیا۔ انھوں نے آپ کے ہاتھ شکنجے پر کس کر آپ کو تازیانے لگائے۔ جب قید کی سختیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ کو جنون ہوگیا تو اہل بغدادنے آپ کی رہائی کا مطالبہ کیا، لیکن خلفا کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ مامون کے بعدمعتصم اور اس کے بعد واثق کے عہد تک آپ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے، لیکن حق کی حمایت سے نہ رکے۔ متوکل باللہ نے سنی فقہ کی حمایت کی تو آپ کو قید سے رہائی ملی، لیکن اسی تکلیف میں جاں بر نہ ہوسکے اور شہادت حاصل ہوئی۔

تصوّف اور اہلِ تصوّف کو اپنے عروج کے زمانے ہی میں مختلف قسم کے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان معترضین میں سب سے نمایاں طبقہ اہلِ ظاہر کا تھا۔ یہ وہ علما اور فقہا تھے جن کے نزدیک مذہب اسلام ایک سیدھا سادا، فوری سمجھ میں آ جا نے والا عقیدہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی الجھن اور پیچیدگی نہیں، اس میں آ سانی ہے، مشکل نہیں کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرما تاہے: ”لا اکراہ فی الدین“ ان علما و فقہا میں سے بیشتر احادیث کے راوی اور مرتّبین تھے، اور احادیث کا یہ علم ان کو یہی بتا تا تھا کہ اسلام میں چار ارکان ہیں، پانچ وقت کی فرض نمازیں ہیں، رمضان کے مہینے ہیں، اہل حیثیت پر زکوۃ و حج کے فرائض ہیں۔ اسی راستے سے صراطِ مستقیم پر چلا جا سکتا ہے، یہی راستہ رسول اللہ نے اپنایا تھا اور اُن کے صحابہ کرامؓ نے بھی، چناں چہ ہمیں بھی اس سے ہٹ کر کچھ اور دیکھنے کی ضرورت نہیں ہم انھی قواعد و عقائد پر کار بند رہ کر فلاح پا سکتے ہیں۔

وصال نبی کے بعد جیسے جیسے وقت گزر تا گیا اور آپ کے صحابہؓ بھی اس دنیا سے ابدی دنیا کی طرف تشریف لے گئے تولو گوں کے دینی معاملات کی تفہیم میں الجھنیں پیدا ہو نے لگیں۔دینِ اسلام اپنی علمی ترقی کی منازل تیزی کے ساتھ طے کر نے لگا اور دوسری تیسری صدی ہجری ہی میں اسلام تقریباً پوری دنیا میں پھیل گیا۔ سیاسی طور پر مسلمانوں کو خوب خوب ترقی ملی وہ نہ صرف خود دنیا کے دوسرے خطّوں میں گئے بلکہ خود مسلمانوں کے علوم حاصل کر نے کے لیے دنیا بھر سے لوگ اسلامی مراکز میں آ نے لگے تاکہ وہ اس مذہب کو جس نے چند ہی صدیوں میں انسانیت کے دلوں میں گھر کر لیا تھا، کی اصل جان سکیں۔ چناں چہ اس مقصد کے لیے ان کی نگاہ میں وہ شہر ہی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا جو خلیفۃ کا شہر (دار الخلافہ) تھا۔ یہ خوش نصیبی عراق اور شام کے شہر بغداد اور بصرہ کے حصّے میں آئی۔ چناں چہ اس زمانے میں بغداد علم و حکمت کا گڑھ سمجھا جا تا تھا۔ یہاں دنیا بھر کے یہود و ہنود، نصاری و صائبین، و یدانتی اور زرتشی مذاہب کے حکما و علما آئے۔ اس مذہب کو قریب سے جاننے کے لیے انھوں نے ایسے ایسے سوالات اٹھانا شروع کیے جن کا جواب ذہین و فطین عربوں کے لیے دینا دشوار نہیں تھا۔ ہر شخص دوسرے کو اپنی عینک سے دیکھتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے لو گوں نے بھی اسلام کو اپنے اپنے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

مذہب کی عینک سے دیکھا۔ خود مسلمان تو ایک اللہ اور اس کے رسولؐ کے عشق میں ان کی ہر بات پر عمل کر تے تھے۔ لیکن انھیں اس صحیفے کی تفسیر اور الفاظ کی گہرائی میں جا نے کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب دوسرے مذاہب کے لو گوں نے قرآنی احکامات اور دیگر سیاسی و معاشرتی و علمی امور پر سوال اٹھانا شروع کیے۔عرب قوم ذہانت و فطانت میں دنیا کی ا قوام پر سبقت لے جا تی رہی ہے۔ غیر مسلموں کے سوالات اور ان کے نتیجے میں اٹھنے والے اپنے اذہان کے سوالات کے جوابات اکٹھے کر نے شروع کئے تو آہستہ آہستہ علمِ تفسیر بنتا چلا گیا جس نے آ گے چل کر ایک با قاعدہ علم، علم تصوّف کو بنیاد فراہم کی۔

ایک طرف مسلمانوں کی ذہنی کیفیت یہ تھی تو ساتھ ہی ساتھ سیاسی حالات اس سے مختلف تھے۔ مسلمانوں میں سیاسی اختلا فات تو اس روز سے شروع ہو گئے تھے جب رسول اللہ کا وصال مبارک ہوا۔ جیسے جیسے مسلمانوں کو عروج ملا (حضرت عمرؓ کے دور میں)اور وہ دوسری دنیا تک گئے (خصوصاً عجم تک) ویسے ویسے ان میں سیاسی اختلا فات بڑھنے لگے۔ قادسیہ کی فتح کو اہل عرب اور اس کی شکست کو اہلِ عجم کبھی فراموش نہیں کر سکے۔لیکن سیاسی مجبوری کے تحت انھیں عرب کی حاکمیت کو تسلیم کرنا پڑا۔ ایک طرف ایرانیوں کے دلوں میں سیاسی حسد بڑھ رہا تھا،تو دوسری طرف یہودو نصاریٰ کے سینوں کو مذہبی حسد جلا رہا تھا۔دنیا کی تاریخ نکال کر دیکھیں تو ایک بات ہمیشہ سے اقوام کی تاریخ کا حصّہ رہی ہے کہ جب کوئی قوم متحّد ہو کر لڑے تو خواہ وہ کتنی ہی مختصر (تعداد کے حوالے سے) اور کم زور (مالی حوالے سے) کیوں نہ ہو، فتح اس کا مقدّر ہو تی ہے۔ ایسی قوم کو دو طریقوں سے شکست دی جا سکتی ہے:سیاسی محاذ پر، یا علمی و فکری انتشار پھیلا کر تقسیم کرنے سے۔ اہل عجم اور اہل مغرب نے بھی یہی قاعدے اپنائے۔ اور اس کے لیے بہت جلد انھیں اساس عرب کے اندر ہی فراہم ہو گئی۔ ایرانیوں کی ر اہ میں سب سے بڑی رکاوٹ حضرت عمرؓ کی چٹان جیسی شخصیت تھی۔سیدنا عمر فاروق اعظم کی شھادت ان کے اسی سیاسی حسد و بغض کا نتیجہ تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کے بیچ رہ کر مسلمانوں کی رگیں کاٹنا شروع کر دیں۔بظاہر بہت سارے ایرانی مصلحت کے تحت اسلام قبول کر چکے تھے، لیکن ان کے دل ابھی تک اپنے آبا کی بھیانک شکست اور قادسیہ کے میدان میں اٹھائی جانے والی خفت کا بدلہ لینے کو بے تاب تھے۔حضرت عمرؓ کی شہادت کا سب سے زیادہ فائدہ ایرانیوں نے اٹھایا۔ مسلمانوں کے اندر سیاسی اختلاف وہ بہت پہلے سے دیکھ چکے تھے۔ اب اس کو ہوا دینے کا موقع مل گیا اور جلد ہی حضرت عثمانؓ کے دور میں یہ چنگاری بھڑک اٹھی اور مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آن کھڑے ہو ئے۔ا یرانیوں نے مسلمانوں کو تقسیم کر دیا تھا اب حکومت کرنا باقی تھا۔ سیاسی انتشار کے دور میں وہ عرب مسلمان جو سیاست کے حصے دار نہیں تھے اور انتہائی سادگی اور پابندی کے ساتھ اسلامی قواعد پر کار بند رہنا چاہتے تھے، انھوں نے اپنے آپ کو بالکل اس ماحول سے علیحدہ کر لیا۔ مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ شہادت حضرت عثمان ذو النورینؓ اور شہادت امام حسنؓ نے بنو عباس اور بنو امیّہ کو قیامت تک کے لیے ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ رضا زادہ شفق ''تاریخ ادبیات ایران'' ۲۳؎میں

لکھتے ہیں کہ ایرانیوں نے عباسیوں کے دور میں اپنی مداخلت بہت زیادہ بڑھا دی اور اس کا اثر ہر مکتبہ فکر کے لو گوں پر ہوا۔ عباسیوں نے ہر اس شے کے خلا ف قوانین جاری کیے جو بنوامیّہ نے قائم کیے تھے۔ نکلسن عباسی خلافت کے بارے میں لکھتا ہے کہ کوئی شک نہیں کہ عباسیوں نے اصل اسلام کو دوبارہ نافذ کر نے کی کوشش کی تھی لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ انھوں نے اسلام کو اپنے ذاتی مفا دات کے لیے استعمال کیا۔ وہ عربی ادب کی تاریخ میں لکھتا ہے:

"They used Islam only to serve their own interests..." 33

عباسیوں نے دمشق کی بجائے شام کو اپنا دار الخلافہ بنایا اس کا سب سے زیادہ نقصان امویوں کو ہوا کیونکہ نہ صرف یہ کہ وہ ان سے بہت دور تھا بلکہ یہ علاقہ یو نانی سرحدوں سے بھی بہت قریب تھا۔ استاد احمد حسن زیارت لکھتے ہیں چونکہ عباسیوں نے ایرانیوں سے مدد لے کر حکومت حاصل کی تھی، لا محالہ انھیں ایرانیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر تعیّنات کرنا پڑا ور آہستہ آہستہ عجمی رسوم و رواج اور ادب آداب عرب میں شامل ہو گئے اور ظاہر ہے کہ اس کا اثر تصوّف اور اخلا قی رسوم پر بھی پڑا۔ وہ لکھتے ہیں:

" حکومتِ عباسیہ، ایرانی رنگ میں رنگ گئی۔ کیونکہ اس کو تو بنایا ہی ایرانیوں نے تھا اور مضبوط کیا تھالہٰذا اس حکومت نے اپنا دار الخلافہ بغداد کو بنا لیا جو ایران سے بہت قریب تھا''۔34

تیسری صدی ہجری کے آغاز میں ایرانیوں کی گرفت عرب پر خاصی مضبوط ہو چکی تھی۔ بغداد ''مدینۃ السلام''سمجھا جانے لگا۔ یہاں دنیا بھر کے علما و حکما اور فلاسفہ کا ہجوم لگ گیا۔ نکلسن اس دور کو "Age of

"35Discoveryکے نام سے یاد کر تاہے۔ اس دور میں علوم اسلامی میں ادیان، قانون، طب، فلسفہ، ریاضی، علم فلکیات اور طبعی سائنس نے عظیم الشان منازل طے کیں۔

جزیرہ عرب دنیا کی دو بڑی تہذیبوں کے درمیان واقع ہے: مشرقی سمت میں ایرانی تہذیب اور مغربی سمت میں رومی تہذیب۔ ان دونوں تہذیبوں کے ساتھ عربوں کا قدیم زمانے سے میل جول تھا۔ عرب اپنی زبان دانی پر بہت نازاں تھے اور لسانی فصاحت کی کمی کی وجہ سے ایرانیوں کو حقارت سے 'عجمی'(گونگا)کہہ کر بلا تے تھے۔ دوسری طرف ایرانی اپنی تہذیب و تمدّن پر بڑا فخر کر تے تھے اور عربوں کو صحرائی بدّو کہتے، ان کی طرف توہین آمیز نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ عربوں اور ایرانیوں کی یہ چپقلش عرصہ دراز سے چلی آ رہی تھی۔ تاہم ایرانیوں کے عرب استیلا کے دور میں خود عربی علوم کو بہت ترقی ہوئی اور بقول احمد حسن زیارت36، یہ میل جول بڑھ کر ایک شدید امتزاجی شکل اختیار کر گیا، جس میں زبانیں اور افکار و عقاید باہم اس طرح گھل مل گئے کہ یہ آمیزہ بھی ادب کے سر چشموں میں سے ایک پُر جوش سر چشمہ بن گیایہی دور تھا جب متکلمین کا معروف مذہبی فرقہ معتزلی جس کا بانی و اصل ابن عطا تھا، قایم ہوا۔**رضا زادہ شفق** لکھتے ہیں کہ اس کے طرف داروں میں بیشتر ایرانی تھے37۔دار الامن بغداد جو علم و ادب کا مرکز تھا،میں تصوّف کو بہت عروج ملا۔**دائرہ معارف اسلامیہ** کی معلومات کے مطابق بغداد 250ھ (864ء)میں باقاعدہ تصوّف کا مرکز بنا، حلقے قائم ہوئے اور مساجد میں پہلی بار تصوّف پر درس دیے جا نے لگے38۔عربوں اور عجمیوں کے آپس کے منا قشات اور ایک دوسرے کی توہین، دنیا کی خاطر جنگیں اور لڑائیاں، مال و دولت کی حرص اور ہوس حکمرانوں پر غالب تھی، چناں چہ ایک طبقہ ان سب سے کنارہ کش ہو گیا، جو خلفائے راشدین اور خصوصاً شیخین کے دور کو یاد کر تا تھا۔اولیا اللہ نے ملکی و سیاسی امورسے کنارہ کشی اختیار کی اور لو گوں کو بتا یا کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تما شا ہے، تمہا را دنیا میں آ نے کا مقصد خدا کی اطاعت اور رسول اللہ کی پیروی کے ذریعے فلاح پانا ہے۔ صوفیہ نے اپنی زندگیوں کو تعلیماتِ خدا وند اور رسول کا عملی نمو نہ بنا نے کی کوشش کی۔ اپنے قول و فعل کے ذریعے لو گوں اور حکمرانوں کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی۔ اخلا قیات کا درس دیا اور اعلیٰ اخلا قی اقدار کو اپنی ذات پر لا گو کیااور لو گوں کے لیے زہد، ورع و تقویٰ کی بہترین مثالیں بن کر سامنے آئے۔انھوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی زندگیوں میں اصلاح معاشرہ کا بیڑہ اٹھایا، بلکہ انھوں نے عربی ادب میں ایسی نامور اور یادگار تحریریں چھو ڑیں جنھوں نے بعد میں آ نے والی کئی صدیوں تک کے لو گوں کی زندگیوں پر گہرا اثر ڈالا۔

آدابِ نفس پر پہلی تحریر **عبد اللہ ابن مبارک** کی کتاب "**الزہد و الرقائق**"118ھ- 181ھ) ملتی ہے۔اس سے پہلے کتبِ اسلام میں زہد کے موضوع پر صحاحِ ستّہ میں الگ الگ ابواب قائم کر کے لکھا جاچکا تھا لیکن اس موضوع پر باقاعدہ ایک کتاب کے طور پر اس کی اہمیت اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اسی لیے ابن تیمیہ ؒنے فرمایا تھا کہ زہد کے موضوع پر بہترین کتاب عبد اللہ بن مبارک کی "**الزہد و الرقائق**" 39ہے۔ اس کے علاوہ حارث محاسبی نے "**کتاب الرعایۃ للحقوق اللہ**" لکھی۔ اس کتاب میں محاسبہ، مراقبہ، خوف، رضا، صبر، رجا اور محبت وغیرہ جیسے موضوعات پر لکھنے کے ساتھ ساتھ ما قبل صوفیہ کے اقوال بھی اقتباس کئے گئے40۔عرب میں عرفانی اور صوفیانہ افکار زیادہ تر علم و ادب کے راستے داخل ہوے۔ اور جب اہلِ فارس یہاں آئے تو وہ اپنا علم و ادب اپنے ساتھ لائے تھے۔ اُن کے مابعد الطبیعی افکار و خیالات نے عربی تصوّف پر گہرے اثرات مرتّب کیے۔**رضا زادہ شفق** عرب پر ایرانی استیلا کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" ـــ ایرانیان در این دعوت و خالت ہمی دا شتند دورہ عباسیان از حیث تمدّن درخشاں ترین دورہ ھا ی سلطنت عرب است۔در این دور اصول تشکیلات ایران و رسوم و عادات و علوم و عقاید ایرانی رواج یافت، نیزمجالس علمی بر ای مباحثات در ادیان و اصول عقاید اسلامی آزاد گر دید"۔ 41

نکلسن42لکھتا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی کے اواخر میں معروف کرخی ؒکے خیالات ملتے ہیں جو فضیل بن عیاض اور شقیق بلخیؒ کا ہم عصر تھا۔ وہ بھی فارسی النسل تھا۔ یوں ہم دیکھتے ہیں کہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے عرصے میں زیادہ افراد جنھوں نے تصوف و معرفت کے میدان میں عمل دکھایا، عجمی الاصل تھے۔ تصوّف کے اوّلین صوفیہ کی تاریخ کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کا تعلّق براہ راست یا بلواسطہ ایران کے ساتھ رہا تھا۔ مثلاً مصر کا پہلا صوفی ذو النون مصری تھا اس کے آبا و اجداد نوبیہ کے رہنے والے تھے اور یہ زندیقیوں کا علا قہ تھا۔ **سعید نفیسی** 43کا کہنا ہے کہ ذوالنون مصری در اصل یونانی باشندہ تھا اور اس کے آباؤ اجداد یونان سے ہجرت کر کے مصر چلے گئے تھے۔ عبد ک صوفی کے نام کی کافِ تصغیر سے معلوم ہو تا ہے کہ وہ ایرانی تھا۔ جابر بن حیان کو فہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

کا رہنے والا تھا اور کوفہ میں شیعہ گروہ کافی اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ایرانی تصوّف میں یہ معاملات مانی (زرتشت)، ویدانت (بودھ ازم) اور یونانی روحانیت کے فلسفے کے زیرِ اثر شامل ہوئے۔

غیر عرب تصوّرات کی بدولت اسلامی تصوّف خلفائے راشدین اور تابعین و تبع تابعین کے دور کے تصوّف سے مختلف شکل اختیار کر گیا۔ ایرانی ادب کے زیر اثر اسلامی تصوّف میں خانقاہی نظام،ترک دنیا' عروس و جلوس کی رسوم، علم و عقل کی مذمّت، حلول و اتحاد، فنا و جبر وغیرہ جیسے موضوعات و رسوم در آئے۔ یہ ایک ایسا انوکھا تصوف تھا جس کی جڑیں عجم میں بہت مضبوط تھیں لیکن عربوں کے لیے یہ بالکل نئی شے تھی۔ عرب قوم جو ہمیشہ سے جدت پسند رہی ہے، نے ان تصورات کو رد کرنے کی بجائے تیزی کے ساتھ قبول کیا۔ جس سے اسلامی تصوف میں ایک نئے قسم کے عارفانہ رجحان کا آغاز ہوا، بعد ازاں جو اتنا مضبوط ہوگیا کہ اصل تصوف پسِ پردہ چلا گیا، اور یہی نئے قسم کا رجحان باقی رہ گیا، علامہ اقبالؒ اسی غیر اسلامی تصوف کو ''عجمی تصوف'' کا نام دیتے ہیں۔شروع شروع میں جب یہ عجمی رجحان اسلامی تصوف میں پنپ رہا تھا تو اس کے مضر اثرات(بے عملی و جبریت) کے پیشِ نظر بعض پُر خلوص صوفیہ نے اسلامی تصوّف کو بر قرار رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے توحید کے نظریے کا پرچار کیا۔ ان میں سب سے اہم نام حضرت جنید بغدادیؒ کا ہے۔ جنھوں نے مسلک تصوّف کے اختیار کر نے کی شرط ہی علم قرآن و احادیث اور فقہ پر عبور حاصل کر نا رکھ دی تھی۔ڈاکٹر حسن علی عبد القادر لکھتے ہیں کہ اس زما نے کا معاصر لٹریچر اس حقیقت کا شاہد ہے کہ بغدادی مدرسہئ تصوّف کے افکار دوسرے صوفی مدارس سے بہت مختلف تھے اور اس میں خاص طور پر خرا سانی مدر سے کے ساتھ ان کے اختلا فات کی واضح نشاندہی ملتی ہے جس کے ساتھ بغداد کا ایک مسلسل رابطہ اور تبادلہ ئ فکر و خیال چلا آ تاتھا44۔خرا سانی مدرسہ تصوّف کے خیالات کے سدّ باب کے لیے جنیدبغدادیؒ نے جو کاوشیں کیں اس کے بعد ان کے دو شا گر دوں، جعفر الخلدی اور ابو سعید ابن العربی نے بالترتیب دو کتب **''حکایات الاولیا ء''** اور **''طبقات النساک''** لکھیں۔ گو کہ اب دو نوں کتب نہیں ملتیں۔ ابو نصر سراج طو سی نے جعفر الخلدی کی کتاب **''حکایات الاولیا ء''** سے کافی موا د اخذ کر کے اپنی کتاب **''اللّمع فی التصوّف''** میں دیا ہے۔ بغداد کے ان صوفیہ نے جو اسلامی تصوّف کے اکابر تسلیم کیے جا تے ہیں، تصوّف کی جو تعلیمات لو گوں تک پہنچائیں یہ وہی تصوّف تھا جو خلفائے راشدین اور اہلِ صفّہ کے ادوار میں رائج رہا تھا۔

تیسری صدی ہجری میں تصوّف کی روایت مدرسہ ئ بغداد میں اپنے پو رے عروج پر نظر آ تی ہے۔ ا س دور کے صوفیہ میں بشر حافی، حاتم اصم، حارث محاسبی، ذو النون مصری، سری سقطی، یحییٰ معاذ رازی، با یزید بسطامی، ابو سعید خراز، سہل تستری، ابو حمزہ خرا سانی، عمر و بن عثمان مکی، ابو الحسن نوری، ابوالقاسم جنید بغدادیؒ، منصور حلاج جیسے نام ور صوفیہ کرام کی تعلیمات کی اشاعت ہوئی۔ یہی وہ دور تھا جب فرقوں کا ظہور ہوا۔ معتزلیہ، قدریہ، اسماعیلیہ، فاطمیہ، جیسے گروہ منظر عام پر آئے۔ اہلِ طریقت اور اہلِ شریعت میں اختلافات شروع ہوئے۔ علمائے ظاہر اور علمائے باطن کے درمیان منا قشات کا آغاز ہوا۔ تصوّف میں غیر اسلامی افکار اتنے کثرت کے ساتھ شامل ہو گئے کہ تصوف کو اسلام سے باہر کی کوئی چیز سمجھا جا نے لگا۔ صوفیہ کرام کی طرف سے کرامات اور شطحیات وغیرہ کا صدور ہوا اور ردّ عمل کے طور پر فقہا نے صوفیانہ مرا قبوں اور سخت قسم کے مجاہدوں کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ صوفیہ کو اسلام سے بے دخل کر نے کی کوششیں کی گئیں۔ منصور حلاج کی پھانسی اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ جس کے بعد دو قسم کے ردّ عمل صوفیہ کی جانب سے سامنے آئے، نو جوان صوفیہ نے زیادہ زور و شور سے شطحیات و کرامات کے ظہور کی حمایت کی اور بہت سے صوفیانہ فر قوں کا ظہور ہوا۔ دوسرا ردّ عمل بزرگ صوفیہ کی طرف سے سامنے آیا جنھوں نے بالکل خاموشی اور کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس سے پہلے صوفیہ سیاسی و ملکی امور میں دلچسپی لیتے تھے اور حکمرانوں کو ان کی نا اہلیوں پر سر زنش کیا کر تے تھے۔لیکن اب انھوں نے ہر قسم کے بیرونی و اندرونی معاملات میں دخل اندازی ختم کر دی اور اپنے گھروں میں محصور ہو کر رہ گئے۔ تاہم ایک انتہائی مثبت رویّہ حضرت ابو القاسم جنید بغدادیؒ سیّد الطائفہ کی طرف سے سامنے آیا۔ انھوں نے اہلِ طریقت و اہل شریعت کے ما بین صلح کرا نے کی بھر پور کوشش کی۔ انھوں نے یہ بتایا کہ علم تصوّف، قرآن و احادیث سے اخذ کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کی پیر وی میں آ گے بڑھا ہے۔ کوئی صوفی اس وقت تک کامل صوفی نہیں ہو سکتا جب تک و ہ قرآن، احادیث اور علمِ فقہ پر پورا عبور نہ رکھتا ہو۔ منصور حلاج کی پھانسی کے فتویٰ کے حمایت بھی اسی عجمی فکر کے رجحان کی دل شکنی تھی۔

تیسری صدی ہجری کا اختتام منصور حلّاج کے **انا الحق** پر ہو تا ہے۔یہ نعرہ تصوّف کی روایت کا ایک اہم موڑ ثابت ہو ا۔ اس کے بعد صوفیہ پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ اسلامی تصوف پر گرد پڑنے لگی اورعجم کے الٰہیاتی افکار کو تصوف کا مستقل حصہ بنا دیا گیا۔ گو کہ جنید بغدادیؒ نے اہل عرب کے تصوف کو سہا را دینے کی بھر

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

پور کوشش کی،لیکن قرنِ چہارم تک آ تے آتے تصوّف اپنی شکل بدل چکا تھا اور اس پر عجمی تہذیب و فکر غالب ہوچکی تھی۔ یہی زمانہ تھا جب سیاسی سطح پر اسلامی مابعد الطبیعیات میں ویدانتی، زرتشی اور یونانی فلسفے کا دخول ہوا۔ تصوف کے افعال و اقوال میں غلو کا دخل ہوا۔ فلسفیوں اور راہبوں نے صوفیوں کا روپ دھا را۔ ان کے ظاہری حلیے کی بنا پر ان کو صوفی قرار دیا جا نے لگا۔ شدید قسم کی بدنی و روحانی عبادتیں اور ریاضتیں،مراقبے، کرامات کا ظہور، شطحیات کی فرا وانی، چلہ معکوس،ہواؤں میں اڑنا، پانی پر چلنا جیسے ما فوق الفطرت اور جا دوئی عوامل کا ظہور ہو نے لگا۔ عروس و جلوس کی رسوم عام ہوئیں۔نکلسن45کے مطابق خود خلیفہ ئبغداد نے حکم نافذ کیا کہ ہر سال محرم الحرام کے ایّام عاشور میں پورے بغداد کے بازار بند ہوں گے اور اس دوران جلوس نکالے جائیں گے اور ہر قسم کی رسو مات ادا کی جائیں گی۔ تمام اہل بغداد سیاہ لباس پہنیں گے اور ماتم میں شریک ہوں گے۔ معروف کرخی، ابو سلیمان دارانی، ذو النون مصری کا زمانہ 786ء تا 861 ء کا درمیانی عرصہ بنتاہے اور یہ ہارون الرشید کی خلافت کا دور تھا جسے متوکّل نے ختم کیا۔ نکلسن لکھتا ہے کہ ان پچھتّر(75) سالوں میں اسلامی دنیا اور علوم میں ایرانی اور یونانی اثرات بڑی تیزی کے ساتھ رائج ہوئے۔46

گیارھویں صدی عیسویں تک اسلامی تصوّف پر ایرانی اثرات بہت بڑھ چکے تھے۔ ایرانی بزرگ شعرا نے اپنے عجمی مزاج اور تربیت کے عین مطابق تمثیلی انداز اختیار کیا جس نے صوفیہ کو اپنا نقطہ نظر سمجھا نے کے لیے بنیاد فراہم کی۔ مذہب کے سیدھے سادے موضوعات کو شاعرانہ پیرائے میں ملفوف کر کے پیش کرنے کا رواج ہوا۔ حلاج نے جو باتیں سرعام کہی تھیں وہی باتیں اب صوفیہ نے شاعری کے رنگ میں کہنا شروع کیں۔ اس سے ادب میں ایک نئے قسم کے صوفیانہ و عارفانہ ادب کا رجحان ہوا۔ صوفیہ کے مزا رات پر جو غیر اسلامی اور ما فوق الفطرت حر کات ہو تیں ان کے خلاف بہت سے اکابر صوفیہ کرام نے صدائے احتجاج بلند کی لیکن یہ نقار خانے میں طوطی کی آواز ثابت ہوئی۔فلسفی صوفیوں کی آواز زیادہ بلند اور مضبوط تھی47۔یہیں سے اہل طریقت اوراہل شریعت میں ایک فرق قائم ہو ا۔عرب میں تصوف عمل اور اخلاق سمجھا جاتا تھا، صوفی وہ تھا جواعلیٰ اخلاق کا مالک، شریعت کا پابند، اعمالِ صالحہ کا مدرس اور اپنے قول و فعل میں ایک ہو۔ جس کا مقصد اپنے نفس کی اصلاح کے بعد اصلاحِ معاشرہ تھی۔ ایران میں تصوف کو عمل کی بجائے صرف رسومات اور بحث مباحثے کا حصہ بنا دیا گیا، معرفت پر خوب مضامین اور کتب لکھی گئیں، دیوان کے دیوان مرتب ہوئے، محافل میں تصوف پر درس دییے جانے لگے، اورعملاً تصوف صرف مراقبوں اور چلوں تک محدود ہوگیا۔ادبی سطح پر اس زمانے میں بھی اکابر اور باعمل صوفیہ نے تصوف کو قرآن و حدیث سے جوڑے رکھنے کی کوششیں ترک نہ کیں۔اسی لیے اس زمانے میں صوفیا نہ ادب بھی کثرت سے لکھا گیا۔ ابو نصر سراج کی **"اللّمع"** ابو طالب مکّی کی **"قوت القلوب"** امام غزلیؒ کی **"احیائ علوم الدین"**، ابو القاسم قشیری کی **"رسالہ قشیریہ"**، خواجہ عبد اللہ انصاری، بابا طاہر عریان، ابو سعید ابو الخیر کشفی کی صوفیانہ شاعری اور سیّد علی ہجویریؒ کی **"کشف المحجوب"** انھی دو قرا نین میں سامنے آئیں۔ یہ تمام کتب تصوّف کے معاملات، موضوعات و مسائل پر لکھی گئی تھیں اور ان سب میں تصوّف کا رشتہ قرآن و حدیث کے ساتھ جو ڑنے کی بھر پور سعی نظر آ تی ہے۔امام غزالیؒ کی کی 'احیائے علوم الدین' اپنی نوعیت کی ایک انوکھی اور منفرد کتاب ہے، انھوں نے تصوّف اور مذہب کو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم قرار دیا۔مذہب اور تصوف میں جو دوری قائم ہوئی تھی، اس کو مٹانے کی پوری کوشش کی اورعلمِ تصوف کے دلائل میں انھوں نے قرآن و سنّت سے اتنے ثبوت فراہم کیے کہ تصوّف ہمیشہ کے لیے اسلامی روایت کا ایک اہم حصّہ بن گیا۔ دیکھا جائے تو اسلامی تصوّف اپنی اصلی شکل اور مکمل ہیئت میں حضرت جنید بغدادیؒ تک ہی نظر آ تا ہے۔ اس کے بعد تصوّف میں معاملات کم اور رسو مات زیادہ ہو گئیں۔ استاد سعید نفیسی نے **"تاریخ تصوّف در ایران"** 48میں بڑی تفصیل کے ساتھ ایرانی فلسفہ ما بعد الطبیعیات کی اُن خصوصیات کا ذکر کیا ہے جو چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں عراقی صوفیہ کے تصوّف پر بڑی شدّت کے ساتھ اثر انداز ہوئیں۔ ذیل میں عجمی تصوّف کے ان پہلو ؤں کو نکات میں پیش کیا جا تا ہے:

1 ایرانی تصوّف میں چلہ نشینی اور ریاضت اور مرقع پوشی کی خاص اہمیت ہے اور جو بھی شخص عجمی تصوّف کے دائرہ کار میں داخل ہو نا چاہتا ہے اسے پست سے بلند درجے پر پہنچنے کے لیے شدید قسم کی ریاضتیں کر نے پر زور دیا جا تا ہے اسی کے بعد وہ ابدال، اقطاب، اوتاد، اولیا اور اخیار کے مدارج طے کر تا ہے۔ حتی کہ سب سے اونچے درجے پر پہنچ جا تا ہے۔

2 ان شدید قسم کی عبادتوں اور مجاہدوں میں سے ایک یہ ہے کہ مرید کو شروع میں ایک ہزار ایک دن تک انتہائی پست ترین امور انجام دینا ہو تے ہیں اس دوران وہ مخصوص قسم کے چلّے بھی کاٹتا ہے۔ ایک ہزار ایک ویں دن اس کو خاص لباس مُرشد کی طرف سے پہنا دیا جا تا ہے اور مرشد اس کو اپنے حلقہئ ارادت میں داخل کر لیتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

3. ہر مُرید کو ایک حجرہ دیا جا تا ہے جس میں رہ کر وہ بہت سی عبادتیں اور مجاہدے کر تا ہے جو اس کا مرشد اس کے لیے مقرر کر تا ہے پھر مرید اس وقت کا انتظار کر تا ہے کہ جب وہ ''حلول'' اختیار کر لے، اس رتبے تک پہنچنے کے لیے اس کو ذکر و سماع و رقص و سرور کی محافل سجانا ضروری ہیں۔

4. جب مرید اس درجے پر پہنچ جا تا ہے تو اس کی دستار بندی کی رسم کی جا تی ہے لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ مرید، ذکر و فکر، مراقبہ، اوراد، سماع، حلقہ بندی، ذکرِ جلی و خفی میں طاق ہو جائے۔ پھر دستار بندی کی رسم کی جا تی ہے جس میں دف بجائی جا تی ہے۔

5. اس کے بعد مرید با قاعدہ حلقہءِ ارادت میں داخل ہو جا تا ہے۔ اگلے مرحلے کو طے کر نے کے لیے وہ ایک ہزار ایک دن تک مختلف طرح کے امور انجام دیتا ہے ان میں

چالیس دن تک جانوروں کی خدمت کرنا، چالیس دن فقیروں کی، چالیس دن پانی پلانا، جھا ڑو دینا، ہیزم کشی، کھانا پکانا، بازار سے سودا سلف لانا، در ویشوں کی خدمت کرنا، نظارت کرنا، بد گو ؤں اور جاہلوں کی خدمت کرنا جیسے تمام امور چالیس چالیس دن تک کرنا ہو تے ہیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اگر ایک دن بھی مرید نے خدمت میں کوئی کوتاہی کی تو یہ سارا سلسلہ ختم ہو جا تا ہے اور اس کو دوبارہ شروع کر نے سے پہلے مرید کو غسلِ توبہ کرنا لازم ہے، اس کے بعد وہ خانقاہ سے لباس مانگ کر پہنے گا اور تمام مجاہدات و ریاضتیں نئے سرے سے کرے گا تبھی وہ ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو گا۔

6. یہاں تصوّف مکمل طور پرطریقت پر عمل پیرا ہے اور شریعت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔ یہاں پیر و مرشد کی بات اور اس کے حکم کو اللہ کے حکم سے بھی افضل سمجھا جا تا ہے۔ ایرانی صوفیہ کے بہت سے ایسے اقوال ہیں جن سے ظاہر ہو تا ہے کہ پیر و مرشد کی اطاعت بسا اوقات اللہ کی اطاعت سے بھی افضل ہو تی ہے۔

7. عجمی تصوف کا اہم ترین پہلو خانقاہی نظام ہے۔اسلام میں خانقاہوں کا آغاز ہی ایران سے ہوا۔ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ قدیم ایران میں مانوی خانقاہیں موجود تھیں۔ مغربی ممالک میں شام سے افریقہ تک مخصوص خانقاہ تھی۔ ایران کی روحانی شخصیّات وہاں آ تیں اور قیام کر تی تھیں۔ اس علاقے کی جو خانقاہیں مولویوں، نقشبندیوں، بکتا شیوں، دمر دا شیوں اور قادریوں کے لیے مخصوص تھیں وہ ایرانی روحانیت سے ہی متاثر ہو کر بنائی گئی تھیں۔

8. ایرانی تصوّف کا ایک اہم پہلو سماع اور رقص (دست افشانی و پائے کوبی)کی رسوم ہیں۔ یہ ایرانی خانقاہوں کے ساتھ مخصوص رہی ہیں اور عرب خانقاہوں میں ایسی حرکات کا سراغ نہیں ملتا۔

9. ایرانی صوفیہ مباحت بھی کر تے تھے۔ عراق کے صوفیہ اس معاملے میں ایرانی صوفیہ کی پیر وی نہیں کر تے تھے اور مباح کو حرام قرار دیتے تھے، جب کہ ایرانیوں کے نزدیک اس قسم کی حرکات حلال تھیں۔

10. ایک اور پہلو ایرانی تصوّف کا آئینِ جوانمردی اور فتو ت ہے۔ استاد سعید نفیسی لکھتے ہیں کہ ایرانی خانقاہوں میں لوگ طریقت کے اصول سیکھتے تھے اور صوفیہ، عوام کو اصولِ فتو ت اور جواں مر دی کی طرف بلا تے تھے اور یہیں پر نظم و نثر تصوّف کو رواج ملا۔

چوتھی صدی ہجری کے صوفیہ کرام کی تعلیمات ہمیں کتب کی صورت میں زیادہ نظر آتی ہیں۔ ان میں صاحبِ حال صوفیہ بھی شامل ہیں۔ واعظ و فقیہہ بھی تھے۔علمِ حدیث، فقہ اور طریقت کے فن پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ با عمل صوفی تھے،لیکن زیادہ صاحبِ تصنیف ہیں۔ابو الفوارس،شاہ شجاع کرمانی (300ھ)نے تصوّف پر ایک کتاب ''مرأة الحکما'' تصنیف کی۔ابو عبد اللہ محمد بن علی ترمذی (318 ھ) بھی صاحبِ تصنیف تھے۔ ختم الولایۃ، کتاب النہج، نوادر الاصول ان کی اہم کتب ہیں۔ابو بکر محمد بن عمر وراق الحکیم ترمذیؒ (347ھ) صاحبِ دیوان تھے۔مشائخ صوفیہ آپ کو 'مودب الاولیا' کہتے ہیں 49

چھٹی صدی ہجری کے اواخر تک بغداد میں خاصہ انتشار پھیل چکا تھا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس قرن کے معروف ترین بزرگ ہیں اور انھی پر یہ سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔ استاد سعید نفیسی کی تحقیق کے مطابق اس کے بعد تصوّف کا قافلہ ایران جا ٹھہر تا ہے اور یہاں پر ساتویں صدی ہجری تک صوفیہ کی تعلیمات اپنے پورے عروج پر ملتی ہیں تا آنکہ ایران میں ابن العربی کا وحدت الوجودی نظریہ اور مغرب کے روحانی طریقے اور فلسفہءِ اسلام شام و عراق کے راستے ایران میں داخل ہو تاہے اور خرا سان اور ما وراء النھرکے تصوّف کے ساتھ ملتاہے۔ایرانی، جو بہت عرصہ مانی کی تعلیمات کے زیرِ اثر رہے تھے، ہر چیز کو فلسفے کی عینک سے دیکھنے پر مجبور تھے۔ جب تصوّف کا ایران میں بول بالا ہوا تو اہلِ ایران نے تصوّف میں انھی قدیم فلسفیانہ افکارکو رواج دیا۔ چناں چہ اس عرصے میں (چھٹی اور ساتویں صدی ہجری) ایران کی تاریخ کی بہترین شاعری جو لکھی گئی وہ فلسفہ و تصوّف کا امتزاج تھی۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ ایران میں تصوّف شعر و شاعری کے ذریعے ہی پھیلا۔ ''تصوّف برای شعر گفتن خوب است''

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

کے مقولے کو رواج ملا اور ایران میں تاریخ کی بہترین صوفیانہ شاعری وجود میں آئی جس کی نظیر تاریخِ تصوّ ف میں نہیں ملتی۔ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کا سارا تصوّف شعر و شاعری کے ذریعے پھیلا۔ گو کہ اس دوران کچھ بہت اہم صوفیانہ نثر پارے بھی منصّہ ٔ شہود پر آئے جیسے سہر وردی ؒ کی **"عوارف المعارف"** ابن العربی کی **"فصوص الحکم"** اور **"فتوحات مکّیہ"** شامل ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں کتب کو اسلامی فلسفے کی بہترین کتب میں شمار کیا جا نا چاہیے۔ عجمی تصوف اپنی مکمل اور بہترین شکل میں شاعری میں ہی ملتاہے۔ ایرانی طبعیت کی نفاست ونزاکت اور تمثیلی انداز نے صوفیانہ شاعری میں ایسے ایسے نکتے پیدا کیے جن کو سمجھنے کے لیے اہلِ مشرق کی نازک خیالی ہی کام میں لائی جا سکتی ہے۔ حکیم سنائیؒ سے لے کر عبد الرحمن جامی ؒتک کی عارفانہ شاعری تصوّفِ اسلام کا ایک منفرد اور روشن باب ہے۔

ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں منگولوں کا داخلہ ایران میں شروع ہوا۔ چنگیز خان نے ایران پر حملہ کیا اور آٹھویں صدی ہجری میں ایلخا خان نے ایران کی حکومت سنبھا لی اس طرح ایران میں سلجو قی حکومت کا خاتمہ ہوا اور علاء الدین خوارزم شاہ کو گرفتار کیا گیا۔ تقریباً نصف صدی ہی گزری تھی کہ تیمور یوں نے ایران پر حملہ کیا اور منگو لوں سے حکومت چھین لی۔ رضا زادہ شفق لکھتے ہیں کہ منگو لوں اورتیموریوں کے حملوں نے ایرانی تہذیب کو پارہ پارہ کر دیا۔ ان حملوں میں نہ صرف یہ کہ علماو زہاد اور دانش ورمارے گئے بلکہ مساجد اور عبادت گاہوں، کتب خانوں اور مدارس کو بھی ڈھا دیا گیا یا جلا دیا گیانتیجے کے طور پر بے شمار خزائنِ علم اور کتب ضائع ہو گئیں 50یہی وہ زمانہ ہے جب ایرانی ادب اور تصوّف کے افق پر رومیؒ، سعدیؒ، حافظؒ اور جامی ؒجیسے درخشاں ستارے نظر آئے۔ لیکن اب تک ایرانی تہذیب کو زوال آ چکا تھا۔ایرانی صوفیانہ ادب کی روایت جامی ؒپر ختم ہو جا تی ہے گو کہ اس دور میں عین القضاۃ ہمدانی، شیخ احمد جام، نجم الدین رازی، صدر الدین قو نوی، او حد الدین کرمانی، عز الدین محمود کا شانی، اوحدی مراغی، کمال خجندی، سیّد علی ہمدانی، خواجوی کرمانی، ابو الوفاء، زین الدین خونی، سعد الدین کاشغری، سیّد محمد نور بخش اور پیر جمالی اردستانی جیسے شعراء و ادبا تعلیماتِ تصوّف کی اشاعت کر تے نظر آ تے ہیں۔ لیکن منگو لوں اور تیموریوں کے حملوں نے ایران کے سکون کو بر باد کر دیا تھا۔ان حادثاتِ زمانہ نے ایرانی ادب اور ادیبوں پر یہ اثر ڈالا کہ لوگ یہاں سے ہجرت کر کے دوسرے علا قوں میں جا نے لگے اور ادبیاتِ ایران کو مکمل طور پر زوال آ گیا۔

تصوّف بنیادی طور پر امن پسندطریق ہے اس لیے اس نے ایران سے قریب ہی ایک پُر امن خطّے ہندوستان میں اپنے ڈیرے ڈال لیے اور اس وقت تک کسے یہ خبر تھی کہ کفّار کی اس سرزمین میں تصوّف کے ایسے قیمتی خزانے نکلیں گے اور عالمِ اسلام کو ایسی بزرگ ہستیاں ملیں گی جن کی تعلیمات کا پوری دنیا میں چرچا ہو گا۔ ہندوستان کی سر زمین پر تصوّف کا بیج عہد عباسی میں بودیاگیا تھا51۔ جس وقت ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں ایران پر منگو لوں اور تیموریوں کی یلغار کے باعث غضبِ الٰہی برس رہا تھا، اور تصوّف میں عطّار، رومی، سہر وردی، عراقی، سعدی اور نظامی گنجوی علم معرفت کے ڈونگرے بر سا رہے تھے۔ اسی زمانے میں ہندوستان کی سر زمین میں بھی صوفیہ کرام کی تعلیمات پنپ رہی تھیں۔ سیّد علی ہجویریؒ کا فیضان یہ ہے کہ انھوں نے لاہور میں بیٹھ کر ہندوستان کے گو شے گوشے میں دین کی تعلیمات پھیلائیں۔دسویں۔ بارھویں صدی عیسوی میں ایران کے سیاسی و ملکی حالات نہایت دگر گوں ہونے کے باعث ایران سے بہت سے بزرگانِ دین اور صوفیہ کرام ہجرت کر کے ہندوستان آ گئے۔ جب ایرانی صوفیہ ہندوستا ن میں داخل ہوئے تو انھیں اپنے تصوّف اور یہاں کے ویدانتی تصوّراتِ روحانیت میں کئی مماثلتیں ملیں۔ مثلاً مراقبے، ریاضتیں، اوراد وغیرہ کی کثرت، ترکِ دُنیا تو عام رسوم تھیں۔ اس کے علاوہ نظری حوالے سے دیکھاجائے تو ایرانیوں میں ابن العربیؒ کی تعلیمات کے زیرِ اثر در آ نے والا فلسفہ وحدت الوجود، ہندوؤں کے مسلک یوگ اور ویدانت کی تعلیمات میں پہلے سے موجود تھا جس میں روح اور ما دے کو ایک ہی قرار دیا گیا تھا۔جب دونو ں مذاہب کے مشترک او صاف ایک دوسرے کے ساتھ ملے تو لا محالہ اس کا اثر تصوّف پر ہوا۔گیارھویں صدی ہجری تک ہندوستان میں تصوف بالکل روایتی اور رسمی شکل اختیار کر چکا تھا۔ تصوّف عمل کم اور قول زیادہ بن چکا تھا۔عجمی صوفیانہ شاعری اورخانقاہی نظام کے زیرِ اثریہاں بھی بے جا تقدیر پرستی، بے عملی، رسومات، اطاعتِ پیر، حلیہ پرستی، کرامات کا ظہور، مریدوں کی قطاریں، چلہ کشی، ترکِ شرعیت و سنت کے ساتھ ساتھ بیشتر غیر شرعی رسومات و تصورات کا تصوف میں دخول ہو چکا تھا۔روایت در روایت چلنے والی رسومات و اقوال کو قرآن و سنت پر فوقیت دی جانے لگی۔ مرشد کا حکم قرآن کے خلاف بھی ہو تب بھی ماننا لازم تھا۔علمِ قرآن وحدیث و فقہ،جو صوفی کے لیے لازم ہوا کرتا تھا، بالکل مفقود ہوگیا اور ہر وہ شخص جو خرقہ پہنتا، خانقاہوں میں بیٹھتا، حق ہو کے نعرے بلند کرتا اور مافوق الطبیعت حرکات کرتا، صوفی کہلایا جاتا تھا۔فارسی سے ہندوستان آنے والے بیشتر بادشاہ(مغل) شیعہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

عقائد رکھتے یا انھیں پسند کرتے تھے۔ نتیجے کے طور پر سیاسی و ملکی سطح پر بھی علمِ حدیث بالکل ختم ہوگیا اور فقہ میں من پسند اور من گھڑت اصول قائم کر دئیے گئے جن کا دینِ اسلام اور سنتِ رسول اللہ□ سے دور دور تک کوئی واسطہ نہ تھا۔ ایسے حالات میں اللہ نے اپنے سچے دین اور اس کے درست عقائد کی تجدید اپنے ایک ولی کے ذمے لگائی جو دوسرے ہزار سال کے مجدد ٹھہرے۔ نتیجۃً تصوّف نے اپنی شکل بدلی، اس میں رسوم کی دخل اندازی بہت بڑھ گئی۔ ایرانی ما بعد الطبیعیات اور ویدانتی روحانیت کے تصوّرات کا غلبہ بہت زیادہ ہو گیا۔ ڈاکٹر تارا چندلکھتے ہیں کہ اسلامی تصوّف میں مجذوبانہ حرکات کا عمل دخل ہندو مت کے مسلک پاشوپت سے آیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ ان لو گوں کا منتہا ئے مقصود زاہدانہ اوراد، ذکر و ضبط، جملہ افعال کے ذریعے با طنی و حدت پیدا کرناتھا۔ ان لو گوں نے مذہبی جذبات کو اجا گر کر نے کے لیے ایک عمل کا اضافہ کیا، جس میں بدن پر دن میں تین بار بھبھوت ملنا، قہقہے لگانا، رقص و سرود کرنا، معشو قانہ ادائیں دکھانا، چیخیں مارنا، مجنو نانہ حرکات کرنا اور چپکے چپکے وظائف کرنا شامل تھے۔ان کا اصولِ اخلاق، ابا حتی تھا، ان کو ہدایت تھی کہ قابلِ ملامت کام کریں گویا انسان کو تمیز ہی نہیں، کون سا کام کرنا اور کس سے ملنا اور کس سے بچنا چاہیئے ان کو بے ہودہ اور مہمل بکواس کر نے کی بھی ہدایت کی جا تی تھی-52ـہ

ویدانت کے زیر اثرکشمیر میں وحدت الوجودی تصوّرات کو بہت رواج ملا اور اس کی وجہ اہلِ کشمیر کا قدیم مذہب تھا جس کے مطابق انسان کی روح بہت زیادہ ریاضتوں کے بعد معرفت حاصل کر لیتی ہے، پھر روح کو اپنے ذاتی گرو (خدا) کی ہدایت اور نظرِ عنایت سے اور اپنے وجدان سے یہ ادراک ہو تا ہے کہ وہ خود 'خدا' ہے۔ اور اس طرح وہ خدا کے ساتھ متحد ہو جا تا ہے۔ ان لو گوں کا خیال تھا کہ ہر شخص کا ایک ذاتی خدا ہے اور خدا سے ایسی ہی محبّت کی جا سکتی ہے جیسے انسان سے۔اس مذہب کے مطابق آپ کا مذہب خواہ کچھ بھی ہو اس قسم کے اوراد اور وظائف اور ریاضتیں کر نے کے بعد آپ حلو ل اختیار کر سکتے ہیں اور خدا کا عرفان حاصل کر لیتے ہیں۔ کرشنا کی تعلیمات53ـہکے مطابق خود سپر دگی (فنا) سے ہی خدا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔گیتا کے ساتویں باب میں یہی لکھا ہے کہ بھگوان چونکہ بہت لطیف ہے اس لیے اس کی لطافت کو پانے کے لیے اس جیسا لطیف ہوجانا(دنیاوی محبتوں اور خواہشوں سے آزاد)ہی فنا ہے اور وہی شخص یوگی ہے، عارف ہے54ـہچناں چہ جب چھٹی ہجری صدی میں مسلمان صوفیہ یہاں آئے اور تصوّف کی تعلیمات دینا شروع کیں تو رفتہ رفتہ ان کی تعلیمات پر بھی دیگر مذاہب کے افکار و نظریات کا اثرہوا۔ایران میں اسلامی تصوّف پرعجمی تصورات اثر انداز ہوئے تھے، اب کی بار ان میں ہندو مت کے افکار بھی شامل ہوگئے۔راہبوں اور یوگیوں جیسے عوامل یعنی چلّہ معکوس، بن باس لینا، دنیا کو تیاگ دنیا، ہر شخص سے قطع تعلقی اختیار کر لینا، کئی کئی سال بھوکے ننگے رہنا، عجیب و غریب حرکات کرنا جن میں مہینوں تک ایک ٹانگ پر کھڑا رہنا، مر شد کو خدا سے بھی افضل جاننا یا اس کے برابر درجہ دینا، حتی کہ مرشد کی تعظیم میں سجدے کرنا اور مرشد کے حکم پر سانس تک روک لینے کے واقعات اسلامی تصوف کا حصہ بن گئے۔ گو کہ ہندوستان کے اکابر صوفیہ نے تصوّف کو ان عناصر سے پاک کر نے کی کوشش بھی کی اور ان حرکات کو غیر اسلامی قرار دیا لیکن یہاں کے مضبوط اور پختہ ویدانتی تصوّرات کو لو گوں کے دلوں سے نکالنا اتنا آسان نہیں تھا پھر وہ صوفیہ جو ایران سے آئے تھے۔خانقاہی نظام میں بھی یہ سب کچھ دیکھتے آئے تھے اس لیے انھوں نے اس حوالے سے کوئی با قاعدہ احکامات اپنے مریدوں کو نہیں دیئے۔

تصوّف کی تاریخ کو ایک ہزار سال مکمل ہو نے کو آئے کہ عالمِ اسلام میں ایک ایسی ہستی کا ظہور ہوا جن کی تعلیمات نے ایک بار پھر رسول اللہ □ اور خلفائے راشدین کے زمانے کو تازہ کر دیا۔ یہ شیخ احمد سرہندی،مجدد الف ثانی ؒ تھے۔ آپ نے شریعتِ محمدیہ کے نفاذ کے لیے عملی اقدامات اٹھائے۔ اس وقت کے ہندوستان کے تصوّف میں جو غیر اسلامی عناصردر آئے تھے،اپنے مکتوبات کے ذریعے آپ نے سنّت و حدیث کی نئے سرے سے اشاعت کر کے اس سے تصوّف کو پاک کیا اور علما کو یہ باور کرایا کہ تصوّف اسلام سے الگ کوئی شے نہیں بلکہ اس کا لازمی جزو ہے۔ آپ کا ایک اہم کار نامہ یہ ہے کہ اسلامی تصوّف میں شامل ہوجانے والے و حدت الوجودی فلسفے کی تردید کی اور اسے غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا،جوقرآنی تصورِ الہ کے زیادہ قریب ہے۔ آپ نے انسان کے وجود کو تسلیم کیا اور مظاہرِ کائنات کو خداکی نشانیاں (آیات) قرار دیا، نہ کہ خدا کے وجود کا حصّہ۔ خدا کے وجود سے انسان اتحاد پیدا کر ہی نہیں سکتا، یہ تصور قرآن کے عقیدہ توحید کی نفی کرتا ہے۔ خدا کی معرفت در اصل خدا کی ذات و صفات سے آگاہی حاصل کرناہے۔ آپ کی تعلیمات کو مقتدر حلقے نے دل و جان سے تسلیم کیا۔ علما و فضلا آپ کی بڑی قدر کر تے تھے اور آپ کی انھی کا وشوں کی بنا پر آپ کو 'مجدد الف ثانی' کا خطاب دیا گیا۔ آپ کی تصانیف میں شرح رباعیات خواجہ با قی باللہ، رسالہ آداب المریدین، رسالہ علمِ حدیث، تعلیقاتِ عوارفِ معارف لونیہ اور

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اثبات النبوت ہیں اس کے علا وہ آپ کے مکتو بات آپ کے نظریات و تعلیمات کے حوالے سے بہت معروف ہیں جو مکتو باتِ امام ربّانی کے نام سے منظر عام پر آچکے ہیں۔

مجدد الف ثانی ؒ نے ہندوستان میں تصوّف کو جس اسلامی ڈگر پر چلا یا تھا اس کا ظہور وقتاً فوقتاً بعد میں آ نے والے صوفیہ میں ہو تا رہا۔ ان میں گیارھویں صدی ہجری کے سلطان باہو، بارھویں صدی ہجری میں بابا بلھے شاہ، شاہ عبد اللطیف بھٹائی، شاہ ولی اللہ، شاہ فخر الدین، وارث شاہ، سچل سر مست، تیرھویں صدی میں خواجہ غلام فرید، سیّد مہر علی شاہ گولڑوی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں بیشتر صوفیہ پنجابی زبان و ادب یا دوسری علا قائی زبانوں میں تصوّف کی تعلیمات کو فروغ دیتے رہے۔ گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں صدی ہجری میں تصوّف میں نثر سے زیادہ شاعری لکھی گئی۔ ان تین صدیوں کو ہم چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے مماثل قرار دے سکتے ہیں۔ جب ایران میں شعر و شاعری کے ذریعے سے تصوّف کی تعلیمات کو پھیلایا گیا۔ اس تمام عرصے میں جو صوفیہ گزرے ہیں ان میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی تعلیمات قابلِ ذکر ہیں۔سترھویں صدی عیسوی کے بعد ہندوستان کے ملکی و سیاسی حالات بہت ابتر ہو گئے۔ حاکمین وقت کی نا اہلیوں اور بیرونی حملہ آوروں نے ہندوستانی بادشاہت اور سیاست کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ مغل بادشاہوں نے اپنی سیاسی حکمتِ عملیوں کے باعث یہاں بسنے والے تمام مذاہب کے لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ رکھا تھا۔ سیاسی سطح پر انتشار اور مسلمان بادشاہت کے خاتمے کے بعد مسلمانوں اور ہندووں کا اتحاد راکھ کا ڈھیر ثابت ہوا۔دونوں ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو گئے۔ انگریزوں کے مظالم ہندو اور مسلمانوں دونوں پر نازل ہوئے۔بعد ازاں انگریزوں اور ہندوؤں کے گٹھ جوڑ نے مسلمانوں کو ہر سطح پر بالکل تنہا کر دیا اور ہندوستان میں اسلامی وحدت پار ہ پارہ ہو گئی۔

انیسویں صدی کے نصف آخر میں علامہ محمد اقبال نے تعلیماتِ قرآن(توحید) کا احیا کیا، جو بہ یک وقت مسلمانوں اور انگریزوں (عیسائیوں) کی نگاہ میں مقبول ہوا۔اقبال نے بڑے لطیف انداز میں فکر اسلام کو ہندوستان سے یورپ اوربعد ازاں پوری دُنیا میں پھیلا دیا۔علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری اور مقالات و خطبات کے ذریعے سے اسلامی تصوف کے انھی عناصر کا احیا کیا جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کی سنت تھی۔ علامہ نے قلمی طور پر تصوفِ اسلام میں شامل عجمی و یونانی و ویدانتی افکار کے خلاف جہاد کیا۔ انھوں نے وحدت الوجود یا وحدت الشہود یا اسی طرح کے کسی بھی فلسفے، جو قرآنی فکر سے مطابقت نہیں رکھتے تھے اور جن کی رسول اللہ ﷺ کے اعمال و اقوال (سنت و حدیث) سے کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا،تردید کی اور توحیدِ قرآنی کو مسلمانوں کی فلاح کا ذریعہ قرار دیا۔یہ علامہ اقبال کی تعلیمات کا ہی نتیجہ ہے کہ آج اکیسویں صدی کا اسلامی فکر و ادب عجمی تصوف سے، بلکہ خود عجم اپنے عجمی خیالات سے بیزار ہے۔ امام خمینی کے انقلاب کے محرکات میں سے ایک اہم ترین محرک علامہ اقبال کی شاعری تھی جس کا اعتراف خود اہل ایران برملا کرتے ہیں۔آج دنیا بھر کے اہل علم و دانش حقیقی تصوف اسلام کو فروغ دینے میں اور اسلامی فکر میں شامل ہوجانے والے ان غیر اسلامی افکار و رسومات کے خلاف مدلل طریقے سے اپنا اپنا کردارادبی و عملی سطح پر ادا کر رہے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ ابو نصر سراج طوسی، شاہ محمد چشتی(مترجم): اللمّع فی التصوف، لاہور: ادارہ پیغام القرآن،ص:115

2۔امام بخاری، محمد اسمٰعیل،علامہ محمد وحید الزمان(مرتب و مترجم):(صحیح بخاری، لاہور: نعمانی کتب خانہ، کتاب الصلوٰۃ،باب فی المسجد،حدیث:764،664

3۔ابن سعد،علامہ ابو عبداللہ محمدالبصری،علامہ عبداللہ عمادی(مترجم):طبقات ابن سعد(اخبار النبیؐ)، کراچی: دارا لاشاعت، 2003ء، جز اول، جلد دوم،ص :565

4۔ الکلاباذی،ابو بکر محمد بن ابراہیم،ڈاکٹر پیر محمد حسن(مترجم):شرح التعرّف لمذھب اہل التصوّف،لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن، س ن، ص: 116-117

5۔صحیح بخاری،کتاب المناقب،جلد پنجم،حدیث:3670،3668،3667 و بخاری، جلد دوم،حدیث:640/ شیخ ابو نعیم احمد اصفہانی،مولانا محمد اصغر مغل(مترجم):حِلیۃ الاولیا وطبقات الاصفیاء،کراچی:دار الاشاعت،جنوری 2007ء،حصہ اول و دوم، باب ابو بکر،فی حدیث رقم:60/ علامہ ابن کثیر،علامہ محمد میمن جونا گڑھیؒ(مترجم):تفسیر ابن کثیر، کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت،پارہ سوم، تفسیر سورۃ آل عمران،آیت:166،جلد اول،ص:462/ البدایہ والنہایہ، 243:5

6۔ابو نصر سراج طوسی، شاہ محمد چشتی(مترجم): اللمّع فی التصوف، لاہور: ادارہ پیغام القرآن،ص :234

7۔ایضاً،ص:237

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

8-ایضاً،ص:240
9-سید علی ہجویری،محمد صدیق خان شبلی (مترجم):کشف المحجوب(اردو)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2007ء،ص : 98
10- محمد عبدالرحمن جامیؒ،سید احمد علی چشتی نظامی(مترجم):نفحات الانس،لاہور:حبیب پبلی کیشنز،1997ء،ص:46،47
11-امام ابن ماجہ، ابو عبد اللہ:محمد جاوید (مترجم):سنن ابن ماجہ شریف،لاہور:جاوید پبلی کیشنز، جلد اول2008ء، باب فضل عمرؓ،ص:59، حدیث نمبر113
12-صحیح بخاری،کتاب التفسیر،جلد ششم،باب فی قولہ: فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلی،حدیث:6830،4483/حلیۃ الاولیا وطبقات الاصفیاء،ص:54/ صحیح بخاری،ایضاً،حدیث:4483/ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوا کرتے تھے کہ نبی نہیں تھے لیکن فرشتے ان سے کلام کیا کرتے تھے،اور اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے تو وہ عمر ہے۔صحیح بخاری، کتاب المناقب، جلد پنجم،حدیث:3689 /صحیح مسلم،کتاب الفضائل، جلد چہارم،باب من فضائل عمر،ص:91/ جامع ترمذی،جلد دوم، ابواب المناقب، ص:666
13-صحیح مسلم شرح نووی،کتاب الفضائل، جلد چہارم،باب من فضائل عمر،ص: 88 /جامع ترمذی،جلد دوم، باب بیان المناقب،ص:663
14-امام ترمذی،ابو عیسی محمد بن عیسی، مولانا بدیع الزمان(مترجم)ؒ:جامع ترمذی،لاہور: نعمانی کتب خانہ،اپریل 1988، ابواب المناقب،جلد دوم، ص: 666/ اللّمع فی التصوف،ص :240
15-کشف المحجوب(اردو)،ص :100
16-علامہ شبلی نعمانی:الفاروق،لاہور: حذیفہ اکیڈمی، س ن، ص :258
17-ایضاً،ص:22،23
18-اللّمع فی التصوف،ص :241
19- شیخ ابو نعیم احمد اصفہانی،مولانا محمد اصغر مغل(مترجم):حِلیۃ الاولیا وطبقات الاصفیاء،کراچی:دار الاشاعت،جنوری 2007ء،حصہ اول و دوم،باب فی عمر بن الخطاب،حدیث رقم:125،124،123 ،ص:61
20- ابن جوزی،محمود فاخوری(تحقیق و تعلیق):صفوۃ الصفوۃ ، (الجزء الاوّل)،بیروت: دار المعرفۃ،1979ء، جلد اوّل، ص :148
21-اللّمع فی التصوف،ص :142
22-نفحات الانس، ص :47
23- اللّمع فی التصوف،ص :244
24-ایضا
25-جامع ترمذی،ابواب المناقب، جلد دوم،ص:677،678
26-اللّمع فی التصوف،ص :46
27-جامع ترمذی،ابواب المناقب، جلد دوم،ص :678،676
28-نفحات الانس، ص :48
29-اللّمع فی التصوف، ص :247
30- صحیح بخاری،کتاب المناقب،ص:53/ نیزکتاب المغازی،باب عمرۃ القضاء،حدیث4251:
31-اللّمع فی التصوف،،ص :252
32 آقای دکتررضا زادہ شفق:تاریخ ادبیات ایران، وزارت فرہنگ، مؤسسہ چاپ و انتشارات میوکیر،1341ھ،ص :32
33. R.A. Nicholson: A Literary History of the Arabs, London: T, Fisher Unwin, Adelphi Terrace,1907,Pg:365
34-استاد احمد حسن زیارت:عبد الرحمن طاہرسورتی(مترجم):تاریخ ادب عربی،لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز،1961ء، ص :308
35. A Literary History of the Arabs, Pg: 365
36- احمد حسن زیارت:تاریخ ادب عربی،ص:173
37- رضا زادہ شفق:تاریخ ادبیات ایران، ص: 32

38. اُردو دائرہ معارفِ اسلامیّہ،لاہور: دانش گاہ پنجاب،س ن،ص:420
39. Ed:Leonard Lewisohn: The Heritage of Sufism, Lahore: Sohail Academy Pakistan,Vol-I, 2005, Pg:34,35
40. Ibid, Pg:35
41-رضا زادہ شفق:تاریخ ادبیات ایران،ص :32
42. A Literary History of the Arabs, Pg: 385
43. استاد سعید نفیسی:سر چشمہ تصوّف در ایران،تہران:کتاب فروشی،۱۳۴۳ م ش،ص :۱۰۰، ۱۰۱
44. ڈاکٹر علی حسن عبد القادر،محمد کاظم(مترجم):جنید بغدادؒ،لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۷ء،ص :۸۱
45. R. A. Nicholson: Literary History of the Arabs, Pg: 393
46. Ibid, Pg 389
47. Ibid
48. استاد سعید نفیسی:سر چشمہ تصوّف در ایران،تہران:کتاب فروشی،1343 م ش،ص: 29 -125
49-نفحات الانس،ص: 118، 133،/ کشف المحجوب،ص:225،233
50-تاریخ ادبیات ایران، ص :258،259
51. اعجاز الحق قدوسی:تذکرۃ صوفیا ئے سندھ،، کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، 1989ء،ص :29،30
52. ڈاکٹر تارا چند،محمد مسعود احمد(مترجم):تمدّن ہند پر اسلامی اثرات، لاہور:مجلس ترقی ادب،طبع دوم،جون 2002ء، ص :130
53-ایضا
54-بھگوت گیتا، تشریح و وضاحت: رائے روشن لال-لاہور: فکشن ہاؤس، 1996ء، ص:56،57